فقیہ العصر حضرت مولانا

مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب

نوّر اللہ مرقدہ

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

ترجمہ قرآن کریم اور دینی مدارس

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مکرمی! .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مؤرخہ ۲؍ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ ۹؍اپریل ۱۹۹۷ء کو روزنامہ نوائے وقت میں ایک مضمون اداریہ کے نیچے ''ترجمہ قرآن کی عملی تکمیل کیسے ہو؟'' نظر سے گزرا، اس کے آخر میں ''باقی صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے'' دیکھ کر جرأت ہوئی کہ اس سلسلہ میں کچھ معروضات پیش کردی جائیں

ع شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات۔

زیادہ تر مقصود اس گزارش سے ایک غلط فہمی کا ازالہ ہے جو عام طور پر ہمارے ''دینی مدارس'' کے متعلق ان کی افادیت کو کم کرنے یا ان کو بے کار قرار دینے کیلئے پھیلائی جارہی ہے کہ بغیر ترجمہ قرآن کریم پڑھانے کا کیا فائدہ ہے؟

ماشاء اللہ اس زیرنظر مضمون میں یہ بات نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کے حفظ کرنے اور پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور لکھا ہے کہ ''قرآن کریم کی اصل خدمت اس کے معجزانہ کردار یعنی حفظ قرآن کریم کے سلسلہ کو نہ صرف جاری وساری رکھنا ہے بلکہ اسے مزید آگے بڑھانا ہے ......حکومت کو چاہئے کہ حفظ

قرآن کے موجودہ مدارس کی سرپرستی کرے اور ہر بستی اور ہر محلّہ میں حفظ قرآن کے مدارس قائم کرے الخ (نوائے وقت)

مضمون نگار نے بہت اہم ضرورت اور تقاضائے وقت کی طرف توجہ دلانے کا فرض انجام دیا ہے وزیراعظم کو قرآن کریم صحیح پڑھانے کیلئے ماہر اساتذہ کا انتظام کرنا چاہیئے کیونکہ اب تک جو قرآن کریم کی تعلیم سرکاری مدارس میں ہورہی ہے وہ تو نہ ہونے کے برابر ہے اکثر اساتذہ خود بھی قرآن کریم پڑھے ہوئے نہیں ہوتے اور جو پڑھے ہوئے ہوتے ہیں وہ اس کیلئے وقت نہیں دیتے پھر ان میں اکثر صحیح پڑھے ہوئے نہیں ہوتے وہ صحیح کیسے پڑھا سکتے ہیں؟

واقعی اس زمانہ میں جبکہ قرآن کریم کی طرف رغبت کا کوئی سامان نہیں، نہ اس کے حفظ کرنے والوں کو سرکاری ملازمتوں اور عہدوں کا لالچ ہے پھر بھی قرآن کریم کے اس قدر حفاظ موجود ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا، بچے بھی حافظ ہیں اور مرد بھی اور بعض جگہ عورتیں بھی حافظہ ہیں یہ قرآن کریم کا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر اس کے ساتھ ہی یہ حفظ کرنا قرآن کریم کی حفاظت کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے، جو لوگ قرآن کریم کے معنی سمجھے بغیر الفاظ پڑھنے کو فضول سمجھتے اور کہتے ہیں کیا وہ قرآن کریم کی حفاظت کرنے کو فضول اور بے کار سمجھتے ہیں اللہ تعالٰی نے قرآن کریم کو یاد اور حفظ کرنے کیلئے ایسا آسان کردیا ہے کہ اس کو بہت

جلد یاد کرلیا جاتا ہے اور یہ حفظ کرنا اس کی حفاظت کا بہت بڑا معجزانہ ذریعہ بھی ہے، کیا یہ لوگ اس کو مٹانا چاہتے ہیں؟

تجربہ شاہد ہے کہ حفظ قرآن چھوٹی عمر میں اچھا ہوتا ہے بلکہ اصل عمر حفظ کرنے کی چھوٹی ہی ہوتی ہے اور اس عمر میں بچہ قرآن کریم کے معنی سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا ایسی حالت میں وہ ترجمہ کو بھی صرف زبانی ہی یاد کرے گا کیونکہ سمجھنے کی تو ابھی نہ اس کی عمر ہے اور نہ اس میں قابلیت ہے یہ بچہ پر دوہری مشقت ہوگی کہ الفاظ کو بھی یاد کرے اور اس کے ساتھ ہی اس کے ترجمہ پر بھی محنت کرے، اس طریقہ سے خطرہ ہے کہیں بچے حفظ کی بجائے ناظرہ پڑھنے کو ترجیح دینے لگیں اور رفتہ رفتہ حفاظت قرآن کا یہ سب سے بڑا اور اہم ذریعہ نایاب یا کمیاب ہو جائے۔

پھر بھی یاد رہے کہ جس طرح قرآن کریم کے معنی کو سمجھنا اور احکام پر عمل کرنا فرض ہے اسی طرح اس کے الفاظ کی حفاظت بھی مستقل فرض ہے یہ خیال غلط ہے کہ الفاظ قرآن کریم کو بغیر سمجھے پڑھنا فضول ہے۔ دنیا کی کتابوں میں یہ امتیاز صرف قرآن کریم کو ہی حاصل ہے کہ اس کے الفاظ بھی معنی کی طرح ہی مقصود ہیں اور دونوں کی حفاظت ضروری ہے۔

طبعی طریقہ بھی یہی ہے کہ اس کی عمر واستعداد کے مطابق پہلے بچہ کو قرآن کریم کے الفاظ حفظ یا ناظرہ پڑھا دیئے جائیں معنی کا بوجھ اس پر نہ ڈالا

جائے ،اس کے بعد جب عمر واستعداد بڑھ جائے پھر معنی کی طرف توجہ دلائی جائے اس وقت وہ سمجھ دار ہو جائے گا اور کچھ تعلیم میں بھی ترقی کر جائے گا۔

قواعد عربیت صرف ونحو وغیرہ کے بغیر صرف ترجمہ زبانی یاد کر لینے سے نہ تو یاد رہ سکتا ہے اور نہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ ترجمہ کونسے عربی لفظ کا ہے اور کیوں کیا گیا ہے، مثلاً کوئی شخص یعلمون کا ترجمہ ''وہ جانتے ہیں'' کی بجائے ''وہ کرتے ہیں'' کرنے لگے تو عربی مدارس کا ادنیٰ طالب علم اس کی غلطی اور وجہ بتا سکتا ہے کہ یعلمون علم سے بنا ہے اور علم کے معنی لغت میں جاننے کے ہیں اس لئے یعلمون کے معنی بھی ''وہ جانتے ہیں'' ہوں گے اور ''وہ عمل کرتے ہیں'' ترجمہ یعملون کا ہے کیونکہ یہ عمل سے بنا ہے۔

دینی مدارس میں اس طرح مکمل قرآن کریم کا ترجمہ تین سال میں پڑھایا اور سمجھایا جاتا ہے، عربی نصاب کے دوسرے سال میں پہلے تیسویں پارہ کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے اس میں وہ چھوٹی سورتیں ہیں اور اکثر نماز میں پڑھی جاتی ہیں اگر اس سے آگے کوئی بچہ نہ چل سکا تو ضروری سورتوں کا ترجمہ تو ذہن نشین ہو ہی جائے گا اور نماز پڑھنے پڑھانے کا کام چل سکتا ہے پھر ہر سال میں دس دس پارے کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے اور ایک سال میں نو پارہ کا کیونکہ پارہ نمبر ۳۰ کا ترجمہ تو پہلے پڑھایا جا چکا ہے ،پھر نہ معلوم ایسی خلاف حقیقت بات مضمون نگار نے کس طرح لکھ دی کہ ''تمام قرآن کریم تو ایک سمندر ہے اس کا

مکمل ترجمہ تو ہمارے دینی مدارس کے نصاب میں بھی کبھی نہیں پڑھایا گیا''
(نوائے وقت ۲ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ)

''وفاق المدارس العربیہ'' کے نصاب سے مکمل طور پر ناواقفیت سے شاید یہ غلط فہمی مضمون نگار کو ہوئی ہو اس لئے یہ لکھ دیا کہ ''رہا مکمل قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر تو اس کیلئے تو دینی مدارس کے لوگ بھی الگ سے ایک مستقل دورہ رکھتے ہیں الخ''(رر)

حالانکہ یہ نصاب کے علاوہ تفسیر میں تخصص کا درجہ حاصل کرنے کیلئے مستقل انتظام ہے اس کو خلط ملط کر کے پیش کرنا حقیقت ناشناسی اور مدارس دینیہ پر الزام تراشی ہے اور کئی غلط فہمیوں کے پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے، اس سے احتیاط ضروری ہے اور دوسرے نصاب پر قلم اٹھانے سے پہلے اس کا بغور مطالعہ ضروری ہے۔

اوپر کی تحریر سے معلوم ہو چکا دینی مدارس میں مکمل قرآن کریم کے ترجمہ کا اس قدر اہتمام ہے کہ اس سے زیادہ تو کیا اس کے برابر بھی کسی دوسری تعلیم گاہوں میں اس کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

پھر جب طالب علم کی علمی استعداد میں ترقی ہوتی جاتی ہے اور شرح جامی اور مختصر معانی پڑھ کر صرف، نحو اور علم معانی میں درک حاصل ہو جاتا ہے اور متنبّی، حماسہ وغیرہ عربی لغات کی بڑی کتابیں پڑھ لیتا ہے جو دینی مدارس کے نصاب

میں درجہ وار داخل ہیں تو قرآن کی فصاحت وبلاغت اوراس کے رموز واشارات کے سمجھنے کی اس قدر اہلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ احکام اور استنباط احکام کے طریقوں کے سمجھنے کی قابلیت حاصل ہو جاتی ہے۔

اس وقت چھٹے سال میں تفسیر جلالین مکمل پڑھائی جاتی ہے اوراب اس کو پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت آتی ہے، پھر طالب علم کو جلالین کے مختصر جملوں اوراشاروں کی قدر ہوتی ہے کہ مفسر علام نے کس قدر ژرف نگاہی اور عمق نظری اور دیدہ ریزی سے قرآن کریم کو حل کرنے کی کوشش کی ہے جو شخص ان علوم میں مہارت حاصل نہیں کرتا اس کو تفسیر جلالین کی قدر نہیں ہوسکتی اس کے نزدیک کوزہ میں دریا بند کرنے کی کوشش قابل تحسین نہیں ہوسکتی۔

امید ہے کہ قرآن خواں بچوں کو ناظرہ خواں ہوں یا حفظ پڑھتے ہوں جبریہ تعلیم سے مستثنٰی رکھا جائے گا کیونکہ ایک وقت میں دوقسم کی تعلیم میں کامیابی عام طور پر نہیں ہوتی ویسے بھی جبریہ تعلیم انگریزوں کے زمانہ کی یادگار ہے جوانہوں نے اپنی تعلیم میں کامیابی کیلئے جاری کی تھی اور قرآنی مکاتب اور دینی مدارس کے بچوں کو جبراً سرکاری مدرسوں میں لے جایا جاتا تھا۔

خدا کرے ہمارے وزیراعظم کی سکیم کا یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش نہ کی جائے جس سے دینی مدارس میں قرآن کریم کی اور دوسرے دینی علوم کی تعلیم پراثر پڑے، جبکہ دینی مدارس کے نصاب میں بھی ضروری اردو لکھنا پڑھنا اور معاشرتی

علوم داخل ہیں اور قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ہی ان سے کسی قدر واقفیت حاصل ہو جاتی ہے، پھر بلاوجہ دینی مدارس سے تقابل اور مخالفت مول لینے کی کیا ضرورت ہے؟۔

ہماری تحریر سے واضح ہوگیا ہوگا کہ دینی مدارس میں حفظ قرآن کریم کی خدمت تصحیح حروف کے ساتھ بہتر طریقہ پر انجام دی جارہی ہے، اس کے ساتھ ہی مکمل قرآن کریم کے ترجمہ پر بھی خصوصی توجہ دی جارہی ہے اس کا لفظی ترجمہ تین سالوں میں بڑی محنت اور قواعد صرف ونحو اور اصول بلاغت کو ملحوظ رکھتے ہوئے پڑھایا جاتا ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ وزیراعظم صاحب کی سکیم کہ (تعلیمی اداروں میں ترجمہ قرآن کریم لازمی طور پر پڑھایا جائے گا) کی سرکاری مدارس میں کس طرح تکمیل کی جائے گی کیونکہ وہاں تو ابھی تک لفظی تصحیح کے ساتھ مکمل قرآن کریم کی تعلیم کا فرض بھی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ پاتا تا بمعنی چہ رسد۔

اگر واقعۃً وزیراعظم صاحب تعلیمی اداروں میں قرآن کریم کے مکمل ترجمہ کولازم قرار دیناضروری سمجھتے ہیں تو پھر انہیں دینی اداروں اور جامعات کے طرز پر ہی وہاں اس کا انتظام کرنا ہوگا جس کی تفصیل اس مضمون میں اوپر لکھدی گئی ہے ورنہ اس طرح لفظی ترجمہ پڑھانے سے بجائے فائدہ کے نقصان کا سخت خطرہ ہے کہ اگر خدانخواستہ یہ روش چل پڑی تو قرآن کریم کے ترجمہ کے نام پر تحریف

قرآن کا بازار نہ گرم ہو جائے، اس صورت میں تو کسی طرح بھی یہ سکیم قابل تکمیل نظر نہیں آتی بلکہ اس پر یہی کہنا مناسب ہو گا:

ع مرا بتو امید خیر نیست بدمرساں۔

۴/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۱۷ھ